© rasailojaraid.com

علم کی خوشبو بانٹنے والے

محمد اَحمد حافظ

اِن دنوں ہمیں ماہ نامہ ''وفاق المدارس'' کے سلسلے میں ہر ماہ کراچی سے ملتان آنا ہوتا ہے۔ ملتان ہم ایک مدت رہے ہیں، لیکن پھر یوں ہوا کہ گردشِ روزگار نے ہمیں کراچی لا بسایا، برسوں پر محیط طویل دورانیہ ایسا رہا کہ ملتان بہت کم جانا ہوسکا۔ آج کا ملتان ہمارے اُس زمانے کے ملتان سے کافی مختلف ہے۔ ملتان کی گرمی تو مشہور ہے ہی...... ''وہ گرد، گدا، گرما و گورستان'' والی کہاوت کسے معلوم نہیں؟!...... لیکن اب کافی جدت آ گئی ہے، گرد کم ہوگئی ہے، گدا بھی کم کم نظر آتے ہیں، گورستانوں کو نئی آبادیاں کھائے جا رہی ہیں، ہاں گرمی اب بھی اپنے ستم ڈھاتی ہے۔ جدت یہ آئی ہے کہ نئے نئے پلازے تعمیر ہو رہے ہیں، ہر طرف نئی سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے، میٹرو چل رہی ہے، ملتان میں پل اس قدر ہوگئے ہیں کہ...... منیر نیازی زندہ ہوتے تو ضرور اپنے شعر میں یوں ترمیم کر لیتے......

اِک اور پل کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک پل کے پار اُترا تو میں نے دیکھا

وہ ۱۹۹۱ء ہی کی کوئی گرم رات تھی جب ہم سر پر بکسا اٹھائے اور بغل میں بستر دبائے داخلے کی غرض سے جامعہ خیر المدارس کے صدر دروازے پر پہنچے تھے۔ تب رات اتنی بیت چکی تھی کہ صدر دروازہ بند ہو چکا تھا۔ ایک راہ گیر نے ہمیں پیچھے پتلی گلی کی طرف کھلنے والے دروازے کا بتایا تو اُدھر کا رخ کیا۔ ہم نے جوں ہی اس گلی میں قدم رکھا کھٹنگ کڑ تنگ کھٹنگ کڑ تنگ جیسی زوردار آوازوں نے ہمارا اِستقبال کیا۔ لمحے بھر کو ہم ششدر رہ گئے کہ یہ کیسی آوازیں ہیں؟ جلد ہی معلوم ہوگیا کہ یہ کپڑا بُننے والی مشینوں کی آوازیں ہیں۔ دل خیال آیا کہ یا اللہ! اب ہمیں انہی کرخت آوازوں کے شور میں رہنا ہوگا؟!...... البتہ بعد میں ہم مانوس ہوتے چلے گئے۔

جامعہ خیر المدارس میں تب 'جدّت' نہیں آئی تھی۔ عمارتیں پرانی طرز کی تھیں۔ مدرسہ کا دار الاقامہ اور کئی ایک کلاسیں ہندوؤں کے ایک متروکہ 'آشرم' میں واقع تھیں، چاروں جانب ایک ترتیب سے کمرے بنے ہوئے تھے جن کے آگے طویل برآمدہ تھا۔ مشرقی جانب ایک مندر تھا جو اپنی طرز میں ہندوانہ تعمیر کا شاہکار تھا۔ ایک مدت سے بند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنے کی وجہ سے اَندھیرے، مکڑی کے مہیب اور بدنما جالوں اور اپنے ساتھ منسوب بعض ڈراؤنے قصوں کی وجہ سے وحشت ناک منظر پیش کرتا تھا۔ دارالاقامہ کی عمارت پکی اینٹوں سے بنی تھی جس پر سیمنٹ کی ٹیپ کردی گئی تھی۔ چھت لکڑی کے بالوں پر مشتمل تھی جس کے اوپر مٹی کی تہیں بچھی ہوئی تھیں۔ عمارت کے بیچوں بیچ چمن...... جہاں عصر کے بعد طلبہ کی ٹولیاں دن بھر کی دماغی تھکن اتارنے کے لیے خوش گپیوں میں مصروف ہوتیں۔ اس احاطے سے باہر اور خیرالمدارس کی جامع مسجد کے درمیان ایک بہت بڑا گراؤنڈ تھا جہاں عصر کے بعد فٹ بال کھیلا جاتا، جبکہ اطراف میں چھوٹی کلاسوں کے طلبہ کرکٹ، گلی ڈنڈا، اور پٹھوگرم کھیلتے۔ شبِ جمعہ میں یار لوگ چاند کی روشنی میں 'واہنجو' کھیل کر اپنا راانجھا راضی کرتے۔ بتانے کی بات یہ ہے کہ پرانی عمارت کے کمروں میں گرمیوں کی دوپہریں بہت آسودہ گزرتی تھیں۔ طلبہ کرام دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولے کے لیے لیٹتے تو اینٹوں کے فرش پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا نہیں بھولتے تھے...... اس چھڑکاؤ سے کمرہ میں ایسی بُرودت در آتی کہ اس کا مقابلہ ائیر کنڈیشنر بھی نہ کرپاتے۔ تب ایسی بھرپور نیند آتی کہ ظہر کی اذان کے بعد طلبہ کو جگانے کے لیے صورِ اسرافیل کی ضرورت محسوس ہوتی۔ جب تک استاذِ محترم حضرت مولانا شیر محمد صاحب اور مولانا محمد یٰسین شاکر صاحب لکڑی کے دروازوں پر ڈنڈے برسا کر طلبہ کو نہ جگاتے، کوئی بھی خوابِ شیریں سے اٹھنا گوارا نہ کرتا۔ گرم دوپہر میں وہاں سے نکل کر مسجد تک کا ذرا سا فاصلہ طے کرنا قیامت معلوم ہوتا تھا۔

ملتان کی گرمی معروف تو ہے ہی مگر ملتانیوں نے اس کے توڑ کے لیے اپنا انتظام کررکھا ہے۔ چوک گھنٹہ گھر اور حسین آگاہی میں سوڈے والی اور گولی والی بوتلیں، اندرون شہر جا بہ جا فالودے کے ٹھیے اور پنساری دکانوں پہ ملنے والے الائچی، عناب، صندل، بزوری اور بادام کے شربت غضب کی گرمی میں جسم وروح کو تروتازہ رکھتے ہیں۔ خصوصاً فالودے کا تو جواب نہیں ہوتا، بشرطِ کہ بنانے والا خاندانی ہو۔ خوش قسمتی سے ہم نے فالودہ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بارہا کھایا ہے، یعنی کھلانے والے بھی خاندانی ہوں تو لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ ملتان میں سرِ شام دَہی بھلّے کے ٹھیلوں کی تو اپنی ہی بہار ہوتی ہے...... اور پھر قلعہ کہنہ قاسم باغ کے گول گپے کون بھول سکتا ہے؟ اگر آپ کینٹ چلے جائیں تو وہاں لذتِ کام ودہن کے لیے پھلوں کے تازہ جوس، ملک شیک اور فروٹ چاٹ کی دکانیں کھلی ملیں گی۔ دہلی گیٹ سے چوک حسین آگاہی کی طرف ایک پتلی سی گلی نکلتی ہے، اس گلی میں 'چسکا ہاؤس' کے نام سے بھی ایک دکان ہوتی تھی، معلوم نہیں کہ اب ہے یا نہیں؟ یہاں بھی کئی مرتبہ لذتِ کام ودَہن کا لطف اٹھایا ہے۔

خیرالمدارس میں ہمارے رہتے رہتے ہی بہت تبدیلی آگئی تھی۔ اب تو اس کا نِک سُک ہی بدل گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ دار القرآن کی شاندار اور پروقار جدید عمارت ایک نگینے کی طرح جگمگاتی نظر آتی ہے، قدیم جامع مسجد کی جگہ اب نئی تعمیر ہو رہی ہے، البتہ دار الحدیث اور اس سے ملحقہ عمارتیں ابھی باقی ہیں۔ ان پر بھی کہنگی اور شکستگی کے آثار نمایاں ہیں۔ 'دار الحدیث' ہمارے دور طالب علمی کا آخری پڑاؤ تھا۔ اس دار الحدیث کی چٹائیوں اور تپائیوں پر بیٹھنے والے اب جانے دنیا کے کس کس گوشے میں کس کس منصب پر فائز ہیں۔ دورہ حدیث کے سال جو سکون، اطمینان، آسودگی اور شادانی کی کیفیت حاصل رہی آج تک اس کی لذت یاد ہے۔

جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، سفید بُراق لباس میں ملبوس اور سفید پگڑی باندھے، متبسم چہرے کے ساتھ جب دار الحدیث میں داخل ہوتے تو آپ کے وجود سے ہی دار الحدیث منور نظر آنے لگتا۔ آپ کے سبق پڑھانے کا انداز بھی نرالا تھا، بخاری شریف کے سبق کا آغاز فرماتے تو پتا ہی نہ چلتا کہ دو گھنٹے کیسے گزر گئے۔ آپ کے سبق میں خواہ مخواہ کی یبوست نہیں ہوتی تھی، نہ ہی آپ اپنے علم کے 'بحر ذخار' سے طلبہ کو مرعوب فرماتے۔ دوران سبق بعض مشکل مقامات کو لطیفوں اور خوشگوار چٹکلوں سے حل فرماتے تو دماغی تکان یکسر کافور ہو جاتی۔ آپ ''علیٰ قدر عقولہم'' گفتگو فرماتے اور سبق کو نہایت آسان انداز میں بیان فرماتے۔

دورۂ حدیث کے سال مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد دام ظلہم العالیہ کے پاس تھی۔ آپ جامعہ کے قدیم استاذ ہیں اور خیر المدارس کی تاریخ نے شاید آپ ایسا حقیقی رعب داب والا استاذ نہ دیکھا ہو۔ پہلا گھنٹہ آپ ہی کا ہوتا، اس گھنٹے میں غیر حاضری کا تصور بھی نہیں تھا۔ پوری کلاس پر آپ کی نگاہ ہوتی اور کوئی طالب علم ''ہیرا پھیری'' نہ کر سکتا تھا۔ بعض من چلے گھنٹے کے آغاز میں حاضری دے کر دار الحدیث کے پچھلے دروازوں سے نکلنے کی کوشش کرتے مگر ایک دو دفعہ کے بعد ہی پکڑے جاتے، البتہ یہ اور بات ہے کہ اس طرح نکل کر کینٹین پر جا کے ناشتہ کرنے کا بھی اپنا مزا تھا، اور یہ ناشتے ہم نے اجمل فاروق کے ہمراہ بارہا کیے ہیں۔ استاذِ گرامی مولانا منظور احمد صاحب ماقلّ ودلّ گفتگو کے قائل ہیں۔ حدیث کی قراءت کے دوران ہی مختصر جملوں میں مشکل مقامات حل فرما دیتے۔ آپ کے سبق میں تقریر سے زیادہ طالب علم کے مطالعے پر انحصار ہوتا۔ یہ ایسا طریق ہے کہ طالب علم تھوڑی محنت سے بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے، مگر اس طریقے کو برتنے والے اساتذہ کم ہیں۔ ہم نے کئی بزرگ اساتذہ کو اسی پر عامل دیکھا۔ ہمارے جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ حضرت مولانا شیر محمد صاحب، حضرت مولانا شبیر الحق صاحب اور دیگر کئی اساتذہ کرام تدریس کے میدان میں اسی ذوق کے آدمی تھے۔ اب بات دوسری ہے۔ شروحات کی کثرت نے مَبلغ علم کو وسعت دے دی ہے۔ علم اپنا اظہار چاہتا ہے، جب یہ اظہار ہوتا ہے تو بسا اوقات کتاب بر وقت مکمل نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو پاتی اور سال کے آخر میں تلاوت حدیث کا ایک ناقابل بیان منظر ہوتا ہے۔

صاحب فضل وتقوی، علم کے ہمالہ، فقیہ وقت ...... مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ، جامعہ خیر المدارس کو جن پر ہمیشہ ناز رہے گا، آپ کے پاس ہم نے مسلم شریف کی کتاب الفضائل پڑھی، سبق عموماً رات کو عشاء بعد ہوتا تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو شخصی وجاہت عطا فرمائی تھی، آواز بھی بارعب تھی۔ کبھی خیال آتا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی ہوں گے۔

حضرت مولانا شیر محمد صاحب، صرف نام کے شیر نہیں، دیکھنے میں بھی شیر، مگر بولتے تو طلبہ کے ساتھ شیر وشکر نظر آتے، یہی وجہ ہے کہ طلبہ میں ہردلعزیز تھے۔ ہم آپ کے ''بھتر یجا'' ہوا کرتے تھے، والد گرامی کے ہم سبق تھے، اس لیے خاص شفقت فرماتے۔ ہم نے ابوداؤد شریف آپ سے پڑھی، بہت طویل تقریر نہیں فرماتے تھے، سبق کی جو مقدار اور رفتار پہلے دن تھی وہی آخری روز تک برقرار رہی۔ کتاب بھی اپنے وقت سے کچھ پہلے ہی ختم ہوگئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یٰسین صابر صاحب، لگتا تھا دنیا سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، علم ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ صحاح ستہ میں ترمذی شریف کا اپنا ایک مقام ہے۔ آپ ترمذی شریف کے جید اساتذہ میں سے تھے۔ سبق کا آغاز ہوتا تو یوں محسوس ہوتا کہ وقت تھم گیا ہے۔ دھیما اور پروقار انداز تھا، آپ کے سبق کا صحیح لطف وہی اٹھا سکتا تھا جو دارالحدیث سے باہر کی فکروں سے آزاد ہو، متیقظ ہو کر بیٹھا ہو اور بھرپور مطالعہ کر کے آیا ہو۔ طلبہ پر بے حد شفیق، سبق میں طالب علم کی غیر حاضری بہت گراں گذرتی، مگر ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرماتے تھے، بس توجہ کم ہو جاتی اور یہ بھی قیامت ہوتی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم مسلسل غیر حاضریوں کے بعد سبق میں حاضر ہوا تو اپنی مسند کے پاس بلا بھیجا، برا بھلا نہیں کہا، نہ ڈانٹا، بس کچھ اس طرح درد بھرے انداز میں اسے سمجھایا کہ ہم سب کے کلیجے پھٹ رہے تھے۔

حضرت مولانا شبیر الحق صاحب کشمیری ایسا درویش صفت انسان کسی نے کب دیکھا ہوگا۔ شرح جامی، سلم العلوم اور دورہ حدیث میں طحاوی شریف ہم نے آپ سے پڑھی۔ آپ کی تقریر کا ہر جملہ خاص سانچے میں ڈھلا ہوتا تھا۔ گویا کہ آپ متن بولتے تھے۔ آپ سبق سنتے بھی تھے، گھنٹے کے آغاز میں آپ ایک ادائے خاص کے ساتھ کسی بھی طالب علم کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے۔ یہ لمحات بہت کٹھن ہوتے، جسے سبق یاد ہوتا اس کی تو عید ہوتی، ہمارے جیسے غبی طالب علم اس وقت کو کوس رہے ہوتے جو بیکار گذار دیا۔

استاذ محترم مولانا محمد عابد صاحب کے پاس ہم نے تفسیر اور فقہ کے اسباق پڑھے ہیں، رفتار و گفتار میں عجب دیوانگی لیے ہوئے، حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ، مدینہ یونیورسٹی کے فاضل، آپ کے سبق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بھی نرالی شان ہوتی تھی۔ طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے اور ان کی تربیت کا کوئی لمحہ خالی نہ جانے دیتے۔ اکابر واسلاف کے تعارف، ان کے مزاج و مذاق کا بطورِ خاص اپنے اسباق میں تذکرہ فرماتے۔ ان کی نرم مزاجی سے طلبہ بسا اوقات فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے، انہیں 'سیدھا' کرنے کے لیے کبھی کبھی ''سوٹی'' سے بھی خبر گیری فرماتے مگر اس خبر گیری کا انداز بھی ایسا مشفقانہ ہوتا کہ طلبہ......سوٹیاں کھا کے بھی بے مزہ نہ ہوتے۔

ہمارے استاذ مولانا خدا بخش صاحب ملتانی......آہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے، وہ بھی اپنی طرح کے وکھرے آدمی تھے، ہنس مکھ، سرخ و سفید چہرہ، سفید ڈاڑھی، سفید لباس اور سر پہ کپڑے کی سفید ٹوپی، گرمی کے دنوں میں اپنی موٹر سائیکل پر گھر سے جامعہ آتے تو آنکھوں پہ لگا کالا چشمہ دلوں میں اچھی خاصی ہلچل مچا دیتا، مطالعے کے رسیا، طالب علموں میں بھی مطالعے کا ذوق پیدا کرتے۔ ہم نے منطق کی کتاب 'قطبی' آپ کے پاس پڑھی، مگر 'کتب' کی محبت پائی، یوں وہ ہمارے لیے ''کتب مینار'' ثابت ہوئے۔ آپ شاعری بھی فرماتے تھے اور غالباً 'ندیم' تخلص تھا، عربی، فارسی اور اردو کے بے شمار اشعار یاد تھے، جن کا تڑکا سبق کے دوران لگایا کرتے تھے۔ شعری انتخاب پر مشتمل آپ کی ایک کتاب بھی شائع ہوئی تھی۔

استاذِ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم کے ذکرِ خیر کے بغیر ہماری یہ تحریر ادھوری ہی رہے گی، ہم نے آپ کے پاس شمائل ترمذی پڑھی ہے۔ ہمارے زمانے میں اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے تدریس کو کم کم وقت دے پاتے تھے، مگر جب بھی مسندِ درس پر بیٹھے سبق کا حق ادا کر دیا۔ صاف اور کھنکھناتی آواز سے پوری درس گاہ گونج رہی ہوتی، خوش آوازی اور خوش لباسی آپ پر ختم ہے۔ آج کل سر پہ پگڑی باندھتے ہیں مگر تب عربی انداز کا سرخ رومال سر پہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت نین نقش سے نوازا ہے، آنکھوں پر براؤن چشمہ آپ کو غالب کی مُرصّع غزل بنا دیتا تھا۔ طویل عرصے سے جامعہ خیر المدارس کے اہتمام اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نظامت علیا کی بھاری بھر کم ذمہ داریاں ایک ساتھ نبھا رہے ہیں، یہ ان پر اکابر مشائخ، اہلِ علم وتقویٰ اور کارپردازان مدارس کے بھرپور اعتماد کی علامت ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی تو آپ مراد تھے۔ ہر دم متحرک، مسلسل مصروفِ عمل، کبھی مدارس کے داخلی معاملات حل کرنے میں جان کھپا رہے ہیں، کبھی اسٹیبلشمنٹ کے مدارس مخالف ہتھکنڈوں سے نبرد آزما ہیں۔ پچھلے دو عشروں سے مدارس دینیہ کے خلاف جس قسم کی اندرونی اور بیرونی سازشیں برپا ہیں ان کا مسلسل پامردی کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ وفاق المدارس سے آپ کا چالیس برس سے کچھ ہی کم تعلق ہے، بعض کوتاہ بینوں کو یہ طویل تعلق بہت کھلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی پشت پر اکابر کی دعائیں اور مکمل سرپرستی بھی ہے مگر ایک لمحے کو قاری صاحب زید مجدہم کو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سارے منظرنامے سے ہٹا کر دیکھیں تو کوئی ایک فرد بھی آپ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ آپ کو کم عمری میں ہی جامعہ خیرالمدارس کی مسندِ اہتمام پر بیٹھنا پڑا، ہم نے کئی صاحب زادوں کو اہتمام کے نشے میں بھکتے دیکھا ہے، مگر آپ پر اللہ کا فضل شاملِ حال رہا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے اساتذہ کو ان کے مقام پر رکھا اور کبھی ان سے مستغنی نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ ہمارے مہربان دوست مولانا محمد شفیع چترالی جامعہ خیرالمدارس گئے تو جامع مسجد میں قاری صاحب مولانا ازہر صاحب کو قرآن مجید کی منزل سناتے دیکھ کر حیران رہ گئے، بے پناہ مصروفیات کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کے ساتھ یہ تعلق معمولی بات نہیں۔ اس میں ہم جیسے کم ہمتوں کے لیے بھی سبق پوشیدہ ہے۔

کیا کیا ذکر کیجیے، کئی اساتذہ کا ذکر رہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہم ...... جن سے ہم نے شرح جامی کے اسباق لیے، حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہم ...... جن سے ہم نے ترجمہ قرآن پڑھا، حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر رحمۃ اللہ علیہ ...... جن سے ہم نے ''کنزالدقائق'' پڑھی، حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب زید مجدہم ...... جن سے ہم نے دورہ حدیث کے سال نسائی شریف پڑھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں دیکھ کر ہم نے اپنے اکابر واسلاف کے مذاق کو جانا، ان کی نگاہِ فیض گستر نے ذرّوں کو ماہتاب اور خاک کو کاخ بنایا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ شہرت سے نفور اور جدیدیت کی آلائشوں سے دُور مگر اپنی ذات میں پارس ہیں، جس کو چھولیں سونا بن جائے۔ انہوں نے دُنیا پر عقبیٰ کو ترجیح دی۔ خود کو دین اور دینی علوم کے تحفظ اور اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ آج جو اس خطے میں دین کے قلعے نظر آتے ہیں انہی کے دَم سے آباد ہیں۔ ملک بھر میں پھیلے مدارس دینیہ کے تمام اساتذہ کی کہانی ایک جیسی ہے۔

بعض کوتاہ بین مدارس کے اساتذہ کی معاشی ابتری کو موضوع بناتے ہیں۔ اچھا یا برا، ہمیں اس سے بحث نہیں مگر مدرسے کا استاذ رُوکھی سوکھی کھا کر بھی علم کی خوشبو بانٹ رہا ہے۔ عقل وفہم کی وادیوں میں کتنے ہی بھونچال آتے رہتے ہیں، مغرب سے آنے والی ہوائیں بھی اپنی دشمنی نبھاتی ہیں، نئے سے نئے سَراب دِکھتے ہیں، حکومتیں مدارس اور اہل مدارس کا گلا گھونٹنے کے لیے نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں، حالیہ عرصے میں کیا کچھ نہیں ہوا مگر ان کی وابستگی ...... ''وفاداری بشرطِ اُستواری اصل ایماں ہے'' ...... سے عبارت ہے۔ وہ اپنے محاذ پر پوری استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہم جیسے نکمے شاگردان کے ایک لمحے کی بھی قیمت ادا نہیں کر سکتے، اللہ پاک ہی انہیں اپنی بارگاہ اقدس سے بہترین اجر عطا فرمائیں گے، ان شاء اللہ!

☆☆☆

© rasailojaraid.com